سلسلہ مطبوعات (۵۶)

ترقی کا مادّی تصوّر

مفتی سعید الرحمٰن

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترقی کا مادی تصور

دین اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ ایک کامل دین ہے، کمال کا لفظ اپنے اندر ترقی یافتہ ہونے کی معنویت رکھتا ہے اور اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ دین حق نے حیات انسانی کے تمام گوشوں کے لئے بنیادی خطوط ہدایت واضح کر دیئے ہیں، اس لئے دین اسلام بجا طور پر واحد جامع رہنمائے حیات قرار پاتا ہے جس کے اصول ومقاصد کی روشنی میں ماضی میں عصری قواعد وضوابط مرتب کئے جاتے رہے اور اب بھی وہ دنیا کے مروجہ قوانین کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور مفید قوانین کی صلاحیت سے مالا مال ہے، یہی اس کے کمال اور ترقی یافتہ ہونے کا ثبوت ہے۔
دین اسلام کا یہ امتیاز محض اس کے عقیدت مندوں کے قلوب واذہان میں نہیں بلکہ دیگر حلقوں میں بھی تسلیم شدہ ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک مرتبہ ایک یہودی عالم کہنے لگے کہ امیر المؤمنین! آپ کی کتاب (قرآن مجید) میں ایک آیت ہے، جس کو آپ حضرات پڑھتے ہیں، اگر وہ ہم گروہ یہود پر نازل ہوتی تو ہم اس دن (یوم نزول) کو عید کا دن قرار دے دیتے، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے دریافت کیا کونسی آیت؟ ۔تو انہوں نے آیت پڑھی (۱)

یہ آیت مبارکہ دین اسلام کے مکمل کئے جانے، نعمت خداوندی کے تمام کئے جانے اور اسلام کے بطور دین پسند کئے جانے کا اعلان خداوندی ہے، جس سے گزشتہ امتوں میں سے کسی کو بھی سرفراز نہیں کیا گیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے وضاحت فرمائی کہ ہمیں وہ دن اور مقام

بخوبی معلوم ہے جہاں یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی کہ آپ میدان عرفات میں جمعہ کے روز ۹ ذی الحجہ کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے تھے (۲) گویا یہ دن یوم حج ہونے کے ناطے ایک بین الاقوامی یادگار بن چکا ہے۔

دین اسلام نے انسانی زندگی کے آغاز وانجام کو اس طرح مربوط کر دیا ہے کہ کسی بھی مرحلہ پر تضاد یا خلا کا احساس نہیں ہوتا اس نے ایک طرف انسانی حیات کے ماضی و مستقبل کو آپس میں جوڑا ہے تو دوسری طرف اس کے مادی پہلو کو اس کے روحانی پہلو سے منسلک کیا ہے، یوں اس کے نزدیک، ''قانون ربط'' کی اساس پر انسانی زندگی استوار ہے جبکہ دنیا کے مروجہ مذاہب ونظریات میں انسانی زندگی بہت سے خانوں میں بٹی ہوئی نظر آتی ہے، اس طرح ان کے ہاں ترقی کا تصور محدود اور یک طرفہ ہے، چنانچہ کسی کے ہاں ماضی کا تصور ہی بھیانک ہے لہذا ترقی کے حوالہ سے ماضی کے تجربات سے استفادہ کی کوئی گنجائش نہیں، کسی کے خیال میں مستقبل کا تصور تباہی وزوال کی علامت ہے اس لئے ماضی کو اپنی تمام تر فرسودگی سمیت سینے سے لگائے رکھنا ہی ترقی کی نشانی ہے کسی کی فکر میں مادی زندگی بیکار اور بے اعتنائی کے قابل ہے۔ یوں روحانی اسرار ورموز ہی ترقی کا نشان ہے اور کسی کے نظریہ میں روحانیت، توہماتی سوچ کا نتیجہ ہے گویا ان کی نظر میں مادیات سے ہٹ کر سوچنا ہی رجعت پسندی کا آئینہ دار ہے، ایسے میں جب ترقی کے اسلامی تصور پر غور کیا جائے تو وہ اپنے اندر جامعیت اور کمال کی شان رکھتا ہے کہ اس نے حیات انسانی کی ہر پہلو سے ترقی کو مدنظر رکھا ہے۔ لہذا اگر اس کے کسی پہلو کو بھی نظر انداز کر دیا جائے تو یہ کمال دین کے منافی ہوگا، جیسا کہ امام بخاریؒ مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں کہتے ہیں (۳)

فاذا ترک شیاء من الکمال فھو ناقص

ترجمہ:- جب کمال میں سے کوئی چیز رہ جائے تو وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔

ترقی کے جامعہ تصور کی نمائندگی، اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے صفت ''ربوبیت'' کرتی

ہے، ربوبیت، کسی چیز کو اس کے نقطہ آغاز سے تکمیل تک پہنچانے کے عمل کو کہا جاتا ہے، جو بذات خود ترقی کے مفہوم کے مترادف ہے لہٰذا ''رب الناس'' کا عام فہم معنی، افراد انسانیت کو شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے والا اور ان میں آگے بڑھنے کی صلاحیتوں کو جلا دینے والا ہے اور یہ ترقی ہمہ جہتی ہے مادی بھی اور روحانی بھی، دنیوی بھی اور اخروی بھی، لہٰذا انسانی زندگی کے کسی رخ سے ترقی کا انکار، اللہ کی صفت ربوبیت کی جامعیت کا انکار ہوگا، اسلام کے حوالہ سے روحانی ترقی کی فکر تو تقریباً مسلم ہے لیکن مادی ترقی کی اہمیت کے بارے میں اشکال پایا جاتا ہے۔ اس لئے مادی ترقی کے بارے میں قرآن حکیم کے نقطۂ نظر کا مطالعہ کیا جانا چاہئے۔

چنانچہ یہ حقیقت ہے اللہ تعالیٰ نے انسانی ترقی کو بہترین لائحہ عمل کے طور پر تسخیر کائنات سے مربوط کیا ہے اور قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اس کی تذکیر و یاد دہانی کرائی گئی ہے، مثلاً ارشاد خداوندی ہے۔ (۴)

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ بلاشبہ اللہ نے تمہارے لئے وہ تمام چیزیں مسخر کر دیں، جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں مکمل کر دیں۔

آیت مبارکہ میں آسمان و زمین میں موجود مادی اشیاء کو انسان کیلئے مسخر کرنے پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ انسان ان اشیاء سے حسب منشاء کام لینے اور انکے ذریعہ ایجادات کی صلاحیت سے مالا مال ہے جس سے انسانی معاشرے میں مادی ترقی کو فروغ حاصل ہوتا ہے، اگر ترقی کا مادی تصور، منفیت کا حامل ہوتا تو اس سے تسخیر کائنات کی افادیت ختم ہو کر رہ جاتی نیز تسخیر اشیاء کے ساتھ انسان پر مکمل کیجانے والی ظاہری و باطنی نعمتوں کا ذکر اسی امر کا واضح ثبوت ہے کہ مادی ترقی بھی اسی طرح کی نعمت خداوندی ہے جیسے روحانی ترقی، ان دونوں میں سے کسی ایک کا انکار کفران نعمت کے مترادف ہوگا جو بموجب نص قرآنی عذاب شدید (۵) یعنی دنیوی پستی و پسماندگی، غلامی و درماندگی اور اخروی سزا کا موجب ہے۔

اسلام نے مادی تصور ترقی کے منافی رویہ کو رھبانیت کے عنوان کے تحت اپنے لئے اجنبی قرار دیا ہے اور اس کی حصولہ شکنی کی ہے، نہ صرف یہ بلکہ قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر مادی انعامات کا مفصل ذکر کر کے ان کو افراد انسانیت اور ان کے مویشیوں کیلئے ''متاع'' قرار دیا ہے مثلاً سورۃ النازعات اور سورۃ عبس میں اس کی نشاندہی کی گئی ہے، مزید برآں قرآن حکیم میں انسانوں کیلئے مویشیوں اور جانوروں کی افادیت کو ایک مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے۔(۶)

ترجمہ:۔ اللہ تعالی نے مویشی پیدا کئے جن میں تمہارے لئے سردی سے بچاؤ کا سامان ہے اور (بھی) بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے (ان کا گوشت) کھاتے بھی ہو اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی (کا پہلو بھی) ہے جب شام کو انہیں چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے لیجاتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر ان شہروں تک لیجاتے ہیں جہاں تم جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے، بلاشبہ تمہارا رب بہت شفقت کرنے والا نہایت رحم والا ہے اور اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے (جیسے جانور) پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہو سکو اور زینت (حاصل کرو) اور وہ ایسی چیزیں پیدا کریگا جو تم نہیں جانتے)۔ (گویا مستقبل کی مادی ترقیات کی وسعت کی طرف اشارہ ہے)

ایک اور مقام پر انسانی ضروریات و آسائشات کے حوالے سے انعامات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔(۷)

ترجمہ:۔ اللہ تعالی نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو آرام و سکون کی جگہ بنایا اور تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں سے خیمے بنادیئے جو سفر و حضر میں تم پر ہلکے رہتے ہیں اور بھیڑوں کی اون سے، اونٹوں کی رووں سے اور بکریوں کے بالوں سے کتنے ہی سامان اور استعمال اشیاء مقررہ مدت تک کیلئے بنادیں اور اللہ نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائبان اور تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہیں بنادیں اور تمہارے لئے ایسی قمیصیں بنائیں

جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور ایسی زرہیں جو تمہیں جنگ میں بچاتی ہیں، اسی طرح وہ اپنی نعمت تم پر تمام کرتا ہے تاکہ فرمانبردار بنو)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمتوں کا ذکر ہے جن کو انسان خام مواد سے تشکیل وترتیب دیتا ہے اور ان سے استفادہ کیلئے انسان کو اپنی عقل، مادی محنت اور تکنیکی مہارت کو کام میں لانا پڑتا ہے، گویا نعمت خداوندی سے بہتر استفادہ کیلئے مادی جدوجہد ناگزیر قرار پاتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مادی ترقی نے ان نعمتوں کی معنویت اور گہرائی اور گیرائی میں اضافہ کردیا ہے، یوں ان نعمتوں کی یاددہانی کے پس منظر میں مادی ترقی کیلئے جدوجہد کی اہمیت بھی اجاگر ہوتی ہے، جبکہ مادی ترقی کے انکار کی صورت میں یہ آیات اپنی افادیت کھو بیٹھتی ہیں۔

قرآن حکیم نے تکریم انسانیت کے اعزاز وفضیلت کے ساتھ جن امتیازی پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی ہے وہ مادی ترقی سے ہی تعلق رکھتے ہیں، یعنی سمندر و خشکی پر آمدورفت کا سفری اور باربرداری کا نظام، پاکیزہ اشیاء کی فراہمی اور تخلیقات خداوندی کی اکثریت پر برتری اور فوقیت (۸) چنانچہ انسان نے مادی ترقی کے ذریعہ حمل ونقل کے ذرائع میں جدت پیدا کرلی ہے، وہ زمین کے خزانوں سے بہتر طور پر استفادکررہا ہے اور اس نے نہ صرف بحری وبری وبرتری قائم کرلی ہے، بلکہ فضاوخلا سے بھی متنوع فوائد حاصل کررہا ہے،

اللہ تعالیٰ نے افرادانسانیت کیلئے بحری تسخیر کے انعام کا ذکر کرتے ہوئے اس کے تین مقاصد متعین کئے ہیں چنانچہ ارشادخداوندی ہے۔(۹)

ترجمہ:۔اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس میں جہاز اس کے حکم سے چلیں اور تم اس کے فضل (رزق) کوتلاش کرسکو اور تاکہ تم شکرادا کرو۔

ان میں شکرگزاری کے علاوہ دیگر دو مقاصد کا تعلق اس کی مادی ترقی سے ہے کہ انسان نے جہازرانی کی صنعت ایجاد کی اور اس میں بہتر سے بہترین کی تلاش میں رہا نیز اس جہازرانی اور کشتی رانی سے اس نے فضل خداوندی کے نئے وسائل تلاش کئے۔ واضح رہے کہ قرآن حکیم نے

بالعموم فضل کا ذکر مادی اسباب حیات کے حوالہ سے ہی کیا ہے مثلاً (۱۰)

ترجمہ:-(تم پر سفر حج کے دوران اپنے رب کے عطا کردہ وسائل رزق کی تلاش میں کوئی حرج نہیں) گویا خالص روحانی سفر تک میں اگر مناسب حد تک مادی ضروریات کی تکمیل کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے تو اس سے حج کے ذریعہ حاصل ہونے والی روحانی ترقی متاثر نہیں ہوتی، اسی طرح ایک اور آیت مبارکہ (۱۱) میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد زمین میں پھیلنے اور وسائل رزق تلاش کرنیکی طرف ''ابتغاء فضل'' کے عنوان سے متوجہ کیا گیا کہ جمعۃ المبارک کے دن کی روحانی اہمیت کے باوجود اس روز سوائے آذان جمعہ، خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ کے مختصر وقفہ کے کسی قسم کے مادی و معاشی سرگرمی میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

بسا اوقات مادی ترقی کے لئے جدوجہد کی یہ کہہ کر نفی کی جاتی ہے کہ ہر جاندار کا رزق اللہ تعالی کے ذمہ ہے، لہذا اس کے لئے کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں بلکہ انسان کو صرف مخصوص اعمال و عبادت میں اپنے اوقات صرف کرنے چاہئیں مگر یہ مؤقف انتہائی سطحی درجہ کا ہے کیونکہ رزق بذمہ خدا ہونے کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس دنیا میں اسباب حیات پیدا کئے ہیں اور ان وسائل رزق میں سب کا حصہ مقرر کیا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:-(۱۲)

ترجمہ:-وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے وہ تمام چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں۔ نیز فرمایا (۱۳)

ترجمہ:-اور یقیناً ہم نے تم کو زمین میں قرار دیا اور تمہارے لئے اس میں سامانِ زندگی رکھ دیئے۔

جبکہ ان وسائل تک رسائی اور مزید اسباب حیات کی تلاش، ان سے زیادہ سے زیادہ اور بہتر استفادہ کی حکمت عملی ترتیب دینا تو انسان کے ذمہ ہے جیسے بہترین بیج و عمدہ کھاد کی تیاری، زرعی و صنعتی آلات کی فراہمی، جدید ٹیکنالوجی اپنانا وغیرہ اسی بناء پر قرآن حکیم نے رزق خداوندی کی جستجو اور جدوجہد کا یہ کہہ کر حکم دیا ہے۔(۱۴)

ترجمہ:-اللہ تعالی کے ہاں رزق تلاش کرو۔

نہ صرف یہ بلکہ ایک حدیث مبارک میں تو بعض گناہوں کا کفارہ طلب معیشت کی فکر اور اس کی جدوجہد میں مضمر قرار دیا ہے(۱۵)۔گویا انسان کیلئے دینی نقطۂ نظر سے مادی ترقی سے صرف نظر کرنے کی کوئی سبیل نہیں کہ ایسی صورت میں وہ دنیا میں اپنے مقصد تخلیق سے انحراف اور اس کو پامال کرنے کا مرتکب قرار پائے گا، کیونکہ انسان اول کو جب اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کے منصب پر فائز کیا تو اس کی اہلیت کے لئے ''علم الاسماء'' ضروری قرار پایا۔ جس میں مادی اشیاء کی خصوصیات، صنعت وٹیکنالوجی کے قوانین اور آلات کار سے متعلقہ علوم شامل تھے(۱۶)۔کیونکہ اس علم کے بغیر دنیا میں غلبہ اور ترقی ممکن نہیں گویا مادی اشیاء پر تحقیق اور ان کے خام مواد سے ایجادات واکتشافات کا عمل خلافت کا تقاضہ ہے اسی بناء پر قرآنی حکم ہے۔(۱۷)

ترجمہ:-اور ان (دشمن) کے مقابلہ کیلئے جتنی طاقت حاصل ہو سکے اور بندھے ہوئے گھوڑوں کی تیاری کرو کہ اس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو مرعوب کر سکو۔

گویا اہل ایمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ مقدور بھر قوت حاصل کریں تا کہ ایمانی معاشرہ کا رعب ودبدبہ خدا دشمن اور انسان دشمن معاشروں پر قائم ہو سکے۔ یہ قوت جہاں عسکری شعبہ میں ضروری ہے جیسا کہ آیت مبارکہ کی عبارت کا تقاضہ ہے وہیں اس سے اس بابت دلالت اور رہنمائی ملتی ہے کہ ہر دور کے عصری تقاضہ کے مطابق ومناسب طاقت کا حصول ضروری ہے خواہ صنعتی وزرعی ٹیکنالوجی ہو یا تعلیمی، سماجی، معاشی وایٹمی توانائی کی صلاحیت ہو کہ اس کے حصول سے معاشرہ کا اعتبار ووقار قائم ہوتا ہے۔ کیونکہ فی زمانہ محض جنگی قوت کسی بھی ملک کے استحکام کی ضمانت نہیں جب تک کہ اس کی صنعتی وزرعی ٹیکنالوجیکل حیثیت مسلم نہ ہو چنانچہ یہی وجہ ہے کہ پاکستان ایٹمی قوت ہونے کے باوجود کثیر القومی کمپنیوں، بین الاقوامی مالیاتی اداروں عالمی بنکوں وحکومتوں کے دباؤ اور بلیک میلنگ کا شکار رہتا ہے کہ اسکی معاشی حالت دگر گوں اور تعلیمی صورتحال غیر تسلی بخش ہے، لہذا ضروری ہے کہ حصول قوت کے عصری تقاضوں سے آگاہی حاصل کی جائے اور اس کے مطابق حکمت عملی ترتیب دی جائے اور یہی منشا خداوندی ہے۔

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ، فاقہ کرنا میرے صحابہ (ساتھیوں) کے لئے گوسعادت تھا لیکن بعد کے زمانہ میں صاحب ایمان کا غنی ہونا یعنی اس کا دنیوی ترقی میں کردار ادا کرنا سعادت وخوش بختی ہوگا (۱۸) ۔ اور مزید آپ کا ارشاد ہے جو معاشرہ دنیوی مال ومتاع سے اپنی ضرورت اور حق کے بقدر حاصل کرے گا، وہ اس کیلئے عمدہ سہارا ہوگا اور اس میں اسے برکت ملے گی (۱۹) ۔ واضح رہے کہ برکت کا لفظ ترقی کے متنوع جہات کیلئے استعمال ہوتا ہے ، ذیل میں ہم چند ایک ایسی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں اللہ تعالی کے صاحب برکت ہونے کا ذکر مادی حوالہ سے کیا گیا ہے ۔ (۲۰)

ترجمہ :- بڑی برکت ہے اس ذات کی جس نے آسمان میں برج (منزلیں) بنائے اور اس میں چراغ (سورج) اور اجالا کرنے والا چاند رکھا اور وہی ہے جس نے شب روز کو ایک دوسرے کے بعد آنے والا بنایا ان لوگوں کے لئے جو یاد دہانی حاصل کرنا چاہیں یا شکر گزاری چاہتے ہوں ۔

گویا دنیوی نظام کائنات میں تنوع وترقی سے استفادہ کی دو صورتیں ہیں ایک غور وفکر اور دوسرا اس سے روزمرہ کے مادی فوائد کا حصول ، پہلی صورت میں انسان کو یہ تذکیر اور یاد دہانی ہوتی ہے کہ یہ نظام کائنات ، ایک حکیم وخبیر ذات کی تخلیق ہے اور یہ کام اہل علم ودانش کا ہے اور دوسری صورت میں انسان شکر گزاری کے جذبات اور قدر دانی کے اعمال انجام دیتا ہے اور یہ کام عوام وخواص کا ہے ۔

اسی طرح سورۃ الملک کے آغاز کی سات آیات میں اللہ تعالی نے اپنی ان صفات کی بناء پر اپنے آپ کو بابرکت قرار دیا ہے ۔ جن کا تعلق اس دنیا کے مادی نظام سے ہے جس میں موت وحیات کا نظام پیدا کرنا تا کہ یہ جانچا جا سکے کہ کون بہتر کردار ادا کرتا ہے ۔ سات آسمانوں کی تخلیق ، مخلوقات میں یکسا کاریگری اور حکمت وبصیرت کا اظہار اور کائنات میں ایک منظم ومرتب قانون کی کارفرمائی شامل ہے ۔ گویا کائناتی نظام میں قدرت خداوندی کا اظہار اور اس کا انسانی معاشرہ کیلئے مفید ثابت ہونا بابرکت ذات کے سبب ہی ہے ۔

اسی طرح قرآن حکیم میں انسان کے درجہ بدرجہ تخلیقی ارتقاء کو اللہ تعالی کے صاحب برکت ہونے کی علامت کے طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ برکت کا دائرہ کار صرف روحانیت تک محدود نہیں جیسا کہ عمومی تصور پایا جاتا ہے بلکہ اس کا اولین مصداق مادی ارتقاء ہے، ارشاد خداوندی ہے۔(۲۱)

ترجمہ:- اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو محفوظ مقام (رحم مادر) میں نطفہ کے طور پر رکھا پھر ہم نے اس نطفہ کو جما ہوا خون بنایا پھر اس منجمد خون سے گوشت کا لوتھڑا بنایا اور پھر اس لوتھڑے سے ہڈیاں پیدا کیں پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اس کو ایک نئی صورت میں اٹھا کھڑا کیا سو بڑی برکت والا اللہ ہے جو سب سے بہتر بنانے والا ہے (کہ اس نے نہایت خوبصورتی سے تمام اعضاء وقُویٰ کو بہترین سانچے میں ڈھالا اور اس کی ساخت عین حکمت کے موافق نہایت موزوں ومتناسب بنائی)۔

گویا اسلام کے تصور ترقی میں دنیوی ترقی اور اُخروی ترقی کے دنوں پہلو شامل ہیں، اسی لئے اسلام نے دنیا وآخرت دونوں کی ترقی کیلئے کوشاں معاشرہ کو بہتر قرار دیا ہے(۲۲) اور یہ واضح کردیا ہے کہ دنیا کو مذموم قرار نہ دیا جائے کہ وہ صاحب ایمان کیلئے بہتر سواری کی مانند ہے کہ اس کے ذریعہ وہ کار خیر انجام دیتا ہے اور اس کی بدولت شر سے نجات حاصل کرتا ہے(۲۳)

مادی ترقی کیلئے جدوجہد سے انکار کا فکر کسی طور صحتمند فکر نہیں بلکہ اس کے برعکس قرآن حکیم مادی ترقی میں مشغولیت کو پیغمبر کے کاموں میں شمار کرتا ہے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس دور کے تقاضے کے مطابق آئندہ پیش آنے والی صورتحال سے نمٹنے کیلئے حکم دیا گیا ہے(۲۴)

ترجمہ:- ہماری نگرانی اور ہدایت کی روشنی میں جہاز سازی کا کام کریں

اور اس دور میں بھی ایسے افراد موجود تھے جو اس کام کو پیغمبری کے منصب کے منافی سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس پر وہ حضرت نوح علیہ السلام کا تمسخر اڑاتے تھے(۲۵)۔ کہ پیغمبر سے بڑھئی بن گئے اور یا تمسخر کا سبب یہ تھا کہ خشکی پر کشتی کا کیا کام گویا انہیں اپنے گردو پیش اور حالات کے مدو جزر سے

واقفیت نہ تھی، جس کی وجہ سے وہ پیغمبر کی دور اندیشی اور مستقبل بینی کا مذاق اُڑا رہے تھے۔

اسی طرح قرآن حکیم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالہ سے اس امر کی نشاندہی کی وہ اپنے عہد کی مادی ترقی کے بھی نقیب تھے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔(۲۶)

ترجمہ:- ہم نے انہیں جنگی لباس کی ٹیکنالوجی کا علم دیا تا کہ وہ تمہاری باہمی لڑائی میں حفاظت کر سکے۔اس کی وضاحت دوسرے مقام پر ان االفاظ کے ساتھ کی گئی ہے۔(۲۷)

ترجمہ:-ہم نے ان کے لئے لوہا نرم کر دیا (اور ہدایت دی) کہ فراخ و کشادہ زرہیں تیار کریں اور اس کے حلقے کڑیاں درست انداز سے جوڑیں اور (تم سب) نیک کام کرو، میں تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہوں۔

بعد ازیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اپنے دور کی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کیا کہ اُن کی نگرانی میں قلعے، محلات، مجسمے، تانبے کے بڑے بڑے لگن اور دیگیں تیار ہونے لگیں (۲۸) یعنی تعمیرات اور ظروف سازی کی صنعت کو انہوں نے ترقی سے ہمکنار کیا، نہ صرف یہ بلکہ وہ ہوائی سفر میں بھی عالم انسانیت کے پیش رو قرار پائے کہ طیارہ سازی کی صنعت و ٹیکنالوجی نے گو بہت بعد میں فروغ پایا لیکن اسکے عملی امکان کے بارے میں سائنسدانوں کو ایک واضح دلیل راہ مل گئی۔

ترقی کے اسلامی تصور میں اگر مادی ترقی اور دنیوی غلبہ کی گنجائش نہ ہوتی تو قرآن حکیم اہل ایمان سے خلافت ارضی، غلبہ دین اور پر امن معاشرے کے قیام کا وعدہ نہ کرتا اور محض اخروی ترقی کی نوید و بشارت پر اکتفا کرتا، ارشاد ربانی ہے۔ا(۲۹)

ترجمہ:- اللہ تعالی نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیئے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور ان کو زمین میں خلافت دیگا، جیسے اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی اور ان کے اس دین کو قرار دیگا جو اس نے انکے لئے پسند کر لیا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد انہیں امن کی حالت میں تبدیل کر دے گا۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں جن اعزازات وانعامات کا ذکر ہے وہ مادی و روحانی ترقی

ہی کے مظاہر ہیں، اور یہی جامع تصورِ ترقی، انبیاء کرام علیھم السلام کے پیش نظر رہا ہے اور ان کی آمد پسماندہ اقوام کے عروج و ترقی کا باعث بنی، بطور مثال بنی اسرائیل، فرعونی نظام کے ہاتھوں غلامی کی ذلت سے دوچار اور مادی پسماندگی اور روحانی پستی کا شکار تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان میں دنیا میں ترقی کرنے کی اُمنگ پیدا کی، چنانچہ وہ باغات چشموں، خزانوں، کھیتوں، عمدہ رہائش گاہوں اور سامان آسائش کے وارث قرار پائے (۳۰)

لہذا مادی ترقی سے انحراف کی فکر کسی صورت میں اسلامی فکر نہیں کہلا سکتی۔ بعض حلقے اس فکر کو صوفیاء کیطرف نسبت دے کر ایک طرف اپنے لیے محنت سے جی چرانے کو سند جواز مہیا کرتے ہیں تو دوسری طرف صوفیاء کو مادی ترقی کے راستہ کی رکاوٹ قرار دینے کا مؤجب بنتے ہیں۔ حالانکہ صوفیاء نے مفاد پرستی، خودغرضی، تعیش پسندی اور حرص و ہوس کی تو مذمت کی ہے، مگر مادی ترقی کی بذات خود نفی نہیں کی، بلکہ باشعور صوفیاء نے تو اس سلسلہ میں حوصلہ افزا رویہ اختیار کیا ہے، چنانچہ زرعی دور کے ایک معروف صوفی بزرگ شیخ ابوالمکارم علاء الدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے عہد میں زرعی ترقی کے لئے کاوشوں کی اہمیت کو نہ صرف اُجاگر کرتے ہیں بلکہ اسمیں کوتاہی کو وہ لائق احتساب گردانتے ہیں وہ کہتے ہیں (۳۱)

''حق تعالیٰ نے زمین اور کھیت کو حکمت سے پیدا فرمایا اور وہ چاہتا ہے کہ یہ زمین اور کھیت آباد رہیں اور ان سے مخلوق کو نفع پہنچے، اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ نفع و امدنی کیلئے، فضول خرچی کیلئے نہیں، دنیا کی آبادکاری، میں کتنا ثواب ہے تو ہرگز آبادکاری کے کام نہ چھوڑتے اسی طرح اگر یہ جانتے کہ آبادکاری کے کام کے چھوڑنے اور زمین کو بیکار پڑا رہنے دینے میں کتنا گناہ ہے تو ہرگز وہ یہ نہ کرتے (مثلاً) کوئی شخص ایسا قطعہ ارضی رکھتا ہے کہ اس سے سالانہ ایک ہزار من غلہ حاصل ہو سکتا ہے مگر اس کی کوتاہی اور بے توجہی سے نوسو من غلہ حاصل ہوا اور اس کی وجہ سے ایک سو من مخلوق تک نہ پہنچ سکا تو اس سے اس کے بقدر باز پرس ہوگی''

اسی طرح عہد حاضر کی معروف روحانی شخصیت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کو اس دور کی مادی ترقی کے حوالہ سے مسلمانوں کی پسماندگی کا بڑا شدت سے احساس تھا،

چنانچہ پاکستان کے اہل ثروت کو کارخانے قائم کرنے اور صنعتوں پر اپنا سرمایہ لگانے کی تلقین کرتے رہتے اور ہندوستانی مسلمانوں کو بالخصوص تنسیخ زمینداری کے بعد صنعتوں کو اختیار کرنے اور اپنی اولاد کو کوئی ہنر یا صنعت سکھانے کی بڑی تاکید فرماتے تھے، چنانچہ انہوں نے ایک موقع پر فرمایا (۴۳)۔

اسلامی نظام خالی باتوں سے قائم نہیں ہو سکتا، اگر دنیا کے بڑے ملکوں کے دوش بدوش کھڑا ہونا ہے تو ان لوگوں کے علوم وفنون سیکھنے ہوں گے، مگر مشکل یہ ہے کہ ہم ان کے علوم سیکھتے سیکھتے اپنے دین ومذہب کو خیر باد کہہ دیتے ہیں، جب تک کوئی ملک اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو، اس زمانہ میں دین ودنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتا۔

حضرت مولانا رائے پوریؒ جو برصغیر کی مشہور خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پوری کے مسند نشین تھے، کو ایک موقعہ پر بتایا گیا کہ مسجد اقصیٰ کی گنبد کی تعمیر کیلئے عرب ممالک میں چندہ کی تحریک ہو رہی ہے اور سعودی حکومت نے بھی اس میں خطیر رقم دینے کا اعلان کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ گنبد کی مرمت سے کہیں ضروری یہ ہے کہ اس رقم سے سعودی حکومت ملک میں کوئی تعلیمی مرکز یا صنعتی ادارہ قائم کرتی (۴۴)۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق پرست صوفیاء کے ہاں مادی ترقی ایک پسندیدہ بلکہ ایک ضروری اور لازمی تقاضا رہی ہے۔

مادی ترقی کا تصور مسلمانوں کے ہاں ہمیشہ روبہ عمل رہا ہے، چنانچہ بارہویں تیرہویں صدی عیسوی تک یہ حال تھا کہ اسلامی ممالک میں متوسط درجے کا مسلمان رہائش اور پوشش میں یورپ کے شہزادوں سے بھی بہتر رہتا تھا، جلد جلد کپڑے بدلنے کا رواج یورپ کے اعلیٰ طبقوں میں بھی نہ تھا، اور نہانا تو کبھی شاذ ونادر ہی ہوتا تھا، باغبانی کا فن مسلمان مغرب میں لے گئے اور یورپ میں بہت سے اعلیٰ درجے کے میوے مسلمانوں کے ذریعہ سے وہاں پہنچے۔ ہر دولت مند ایک اچھا باغ بنانا جزوتہذیب وتمدن سمجھتا تھا، مسلمانوں نے فن تعمیر میں جو کارہائے نمایاں کئے۔ ان میں سے بعض اب بھی صفحہ روزگار پر موجود ہیں، جو فن کاروں سے خراج تحسین حاصل کرتے اور ناظرین کے لئے فردوس نظر ہیں۔ مسلمانوں نے پہلی قوموں کی صنعتوں کو حاصل کیا اور پھر

جدتوں سے ان کو چار چاند لگائے۔ چمڑے کی اعلیٰ قسم کی دباغی مسلمانوں نے اہل مغرب کو سکھائی۔ چنانچہ اب تک چمڑے کی ایک اعلیٰ اور ملائم قسم (MORROCO LEATHER) یعنی مراکشی چمڑا کہلاتا ہے، کاغذ مسلمانوں کے ذریعہ یورپ میں پہنچا، الغرض یورپ کی مادی ترقی مسلمانوں کی رہین منت ہے (۳۴)۔

ترقی کے اسلامی تصور کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف حال کی ترقی پیش نظر نہیں بلکہ مستقبل کی ترقی بھی ملحوظ نظر ہے اور وہ اس ترقی کو ترجیح دیتا ہے جو زیادہ پائیدار اور ہمہ گیر ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔(۳۵)

(ہر شخص کو اس کی بابت غور وفکر کرنا چاہئے کہ وہ آنے والے کل یعنی مستقبل کیلئے کیا تیاری کر رہا ہے) اور آنے والا کل اس دنیا میں مستقبل اور دنیوی زندگی کے بعد کے مستقبل دونوں پر مشتمل ہے، لہٰذا انسان کو فوری حاصل ہونے والے معمولی اور ختم ہو جانے والے فائدے پر پائیدار اور مستقل فائدے کو ترجیح دینی چاہئے خواہ وہ دیر سے ہی حاصل کیوں نہ ہو، اور اسمیں دنیا و آخرت کا کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ قرآن حکیم نے دونوں جہانوں کی بہتری اور خوبی کے طلب گاروں کا تذکرہ اور تقاضا کرنے والوں کو اپنی محنت وجد وجہد کے ثمر کا اہل قرار دیا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔ (۳۶)

ترجمہ:- اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا، یہی لوگ ہیں جن کیلئے اپنی محنت کا حصہ ہے۔

اسلام کے نقطۂ نظر کے مطابق انسان کی ترقی کا آغاز اس کی دنیوی زندگی سے ہوتا ہے، جس کا پہلا مرحلہ ایسے متوازن اقتصادی نظام کا قیام ہے جس میں اس کی مادی ضروریات و ترقیات کی تکمیل پیش نظر ہو، اسی کے نتیجہ میں انسان کو اپنی اخلاقی زندگی سنوارنے کا موقع ملتا ہے کیونکہ اقتصادی جبر انسانیت کے اجتماعی اخلاق کو پنپنے نہیں دیتا اور اخلاق کی تکمیل کے نتیجہ میں انسان موت کی راہ طے کرنے کے بعد ترقی کے اگلے مرحلے یعنی جنت میں پہنچ جاتا ہے اور یہاں

پہنچ کر اُس کی ترقی کا قدم رک نہیں جاتا اور وہ آگے بڑھتا ہے اور زندگی کے اگلے مرحلے میں قدم رکھتا ہے۔ یہاں اسے رؤیت رب العالمین کی سعادت کبریٰ سے سرفراز ہونے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔(۳۷)۔ مادی ترقی کے بعد کے روحانی ارتقاء کو قرآن کی لغت میں رفع درجات سے تعبیر کیا گیا ہے، مثلاً ارشاد ہوتا ہے۔(۳۸)

ترجمہ:- جولوگ تم میں سے ایمان لائے اور جنکو علم عطا کیا گیا، ان کو اللہ تعالیٰ مدارج کی ترقی دیتا ہے

اسلام کی نظر میں وہی مادی ترقی پسندیدہ اور مطلوب ہے جو روحانی ترقی اور اخروی ارتقاء کا ذریعہ بنے اور ایسی مادی مصروفیات ناپسندیدہ ہیں جو اس ارتقاء کے عمل میں رکاوٹ بن جائیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا(۳۹)

''دنیا کا گھر اس کے لئے بہتر ہے جو اس سے آخرت کا زادراہ (اسباب ترقی) حاصل کرے، یہاں تک کہ اس کے ذریعہ رضائے الٰہی کے مقصد تک جا پہنچے، اور دنیا کا مسکن اس شخص کیلئے بُرا ہے جس کیلئے وہ آخرت کی راہ (اخروی ترقی) میں رکاوٹ بن جائے اور جو اسے اپنے پروردگار کی رضا کے حصول میں کوتاہ رکھے اور جب کوئی شخص اپنی بدعملی (تنزلی) کا ذمہ دار دنیا (مادی ترقی) کو قرار دے کر اسے بُرا بھلا کہتا ہے تو دنیا جواب میں کہتی ہے ناس ہو کہ اس نے ہی ہمیں اپنے رب کا نافرمان بنایا'' (گویا بذاتِ خود مادی ترقی، روحانی ترقی کیلئے نقصان دہ نہیں ہے)

الغرض اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ترقی کا اسلامی تصور مادی و روحانی ترقیات اور دنیوی و اخروی ارتقاء پر مشتمل ہے اور درج بالا حقائق ترقی کے اس جامع اسلامی تصور کے واضح شواہد ہیں اور عصر حاضر کے ان ادھورے تصورات کی نفی کرتے ہیں جن کے تحت مادی ترقی کی عمارت روحانی و اخلاقی تنزلی کی اساس پر تعمیر کی جاتی ہے یا روحانی ترقی کے لئے مادی ترقی کی نفی ناگزیر سمجھی جاتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون.

حوالہ جات

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ المائدہ:۳

۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان ونقصانہ

۳۔ ایضاً

۴۔ القران الحکیم، سورۃ لقمان:۲۰

۵۔ القران الحکیم، سورۃ ابراہیم:۷

۶۔ القران الحکیم، سورۃ النحل:۵-۷

۷۔ القران الحکیم، سورۃ النحل:۸۰-۸۱

۸۔ القران الحکیم، سورۃ بنی اسرائیل:۔۔

۹۔ القران الحکیم، سورۃ الجاثیہ:۱۲

۱۰۔ القران الحکیم، سورۃ البقرۃ:۱۹۸

۱۱۔ القران الحکیم، سورۃ الجمعہ:۱۰

۱۲۔ القران الحکیم، سورۃ البقرہ:۲۹

۱۳۔ القران الحکیم، سورۃ الاعراف:۱۰

۱۴۔ القران الحکیم، سورۃ العنکبوت:۱۷

۱۵۔ الغزالی، محمد بن محمد، ابوحامد، احیاء علوم الدین، قاہرہ: مؤسسۃ الحلبی وشرکاء للنشر والتوزیع ۱۹۶۷ء ج ۲ ص ۴۱

۱۶۔ البیضاوی، عبداللہ بن عمر، ناصر الدین: انوار التنزیل واسرار التاویل، تفسیر سورۃ البقرہ:۳۱

۱۷۔ القران الحکیم، سورۃ الانفال:۶۰

۱۸۔ علی المتقی بن حسام الدین الھندی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ ۱۹۸۹ء ج ۳، ص ۲۳۹

۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ القرآن الحکیم، سورۃ الفرقان: ۶۱-۶۲
۲۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ المؤمنون: ۱۲-۱۴
۲۲۔ علی المتقی: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ج ۳-ص ۲۳۸
۲۳۔ ایضاً: ج ۳-ص ۲۳۹
۲۴۔ القرآن الحکیم، سورۃ ھود: ۳۷
۲۵۔ القرآن الحکیم، سورۃ ھود: ۳۸
۲۶۔ القرآن الحکیم، سورۃ الانبیاء: ۸۰
۲۷۔ القرآن الحکیم، سورۃ سبا: ۱۰-۱۱
۲۸۔ القرآن الحکیم، سورۃ سبا: ۱۳
۲۹۔ القرآن الحکیم، سورۃ النور: ۵۵
۳۰۔ القرآن الحکیم، سورۃ الشعراء: ۵۷-۵۹ سورۃ الدخان: ۲۵-۲۸
۳۱۔ مناظر احسن گیلانی، سید مولانا: اسلامی معاشیات، حیدرآباد دکن: ناشر سید عبدالرزاق ۱۹۴۷ء ص ۱۹
۳۲۔ ابوالحسن علی ندوی، سید مولانا: سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، کراچی، مجلس نشریات اسلام، طبع دوم ص ۲۷۹
۳۳۔ ایضاً: ص ۲۸۵
۳۴: خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، مقالات حکیم، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۹ء جلد اول ص ۱۳۶-۱۳۷
۳۵۔ القرآن الحکیم، سورۃ الحشر: ۱۸
۳۶۔ القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ: ۲۰۱-۲۰۲
۳۷۔ عبیداللہ سندھی، مولانا، شعور و آگہی، (مرتب سید مطلوب علی زیدی) لاہور: مکی دارالکتب ۱۹۹۴ء ص ۱۵۱
۳۸۔ القرآن الحکیم، سورۃ المجادلۃ: ۱۱
۳۹۔ علی المتقی بن علاء الدین الہندی: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: ج ۳-ص ۲۴۹

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

دین کے معاشی نظام میں محنت کی قدر و قیمت	دین اور حکومت
قرآنی اصول معاشیات	آزادی
اجتماعی مسائل کا ولی اللہی حل	ولی اللہی نظام فکر کی عصری اہمیت
شعوری تقاضے	دین وحدت
جدوجہد اور نوجوان	ولی اللہی جماعت کا انقلابی کردار اور ہماری ذمہ داریاں
اسلام کا اقتصادی نظام ایک تقابلی جائزہ	آزاد قومی پالیسی کا خاکہ
ولی اللہی تحریک	عزیمت (۱)
امام شاہ عبدالعزیزؒ افکار اور خدمات	عزیمت (۲)
نظام کیا ہے؟	مولانا سندھیؒ کا ایک اہم مکتوب
فرد اور اجتماعیت	جہاد کیا ہے؟
عبادت وخلافت	شاہ عبدالعزیز رائے پوری اور ان کے جانشین
حضرت مولانا محمد الیاس کا تصور دین	خانقاہ رائے پور
غلبہ دین اور عبادات	عزیمت (۳)
ثناء خداوندی	غلبہ دین اور اس کے اجتماعی تقاضے
جدوجہد آزادی کا راہنما ادارہ	تقویٰ کیا ہے؟
دینی تمدن کی تشکیل نو	دین حق اور برصغیر کا سامراجی نظام تعلیم
استعماری مظالم اور ملی تقاضے	مولانا محمد الیاس دہلوی کا تصور دین
شریعت، طریقت اور سیاست	عدم تشدد کی حکمت عملی (اسوۂ حسنہ کا ایک مطالعہ)

ملنے کا پتہ

(۱) پوسٹ بکس نمبر 938، پوسٹ آفس گلگشت ملتان (۲) عزیز پبلی کیشنز 56 میکلوڈ روڈ لاہور